سلسلۂ تقاریر آلٓرٰ

سُورۂ ھُود

ڈاکٹر اسرار احمد

السلام علیکم!

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ كِتٰبٌ أُحْكِمَتْ اٰيٰتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ

الٓرٰ کی سیریز کی دوسری سورہ ہود ہے جو ۱۲۳ آیات اور دس رکوعوں پر مشتمل ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کا اکثر و بیشتر حصہ انباء الرسل پر مشتمل ہے یعنی رسولوں کے حالات و واقعات۔

اَنْبَاءُ جمع ہے نَبَاءٌ کی اور نَبَاءٌ کہتے ہیں کسی اہم خبر کو۔ یہ اصطلاح اسی سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۱۲۰ میں وارد ہوئی ہے جس میں قرآن مجید میں انبیاء و رسل کے حالات و واقعات کے بیان کی جو اصل غرض و غایت ہے اس کو واضح کیا گیا ہے

ارشاد ہوتا ہے:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، یہ جو رسولوں کے حالات و واقعات اور اُن کی خبریں ہم آپکو سناتے ہیں تو اِس لئے کہ اُن کے ذریعے

سے آپ کے قلبِ مبارک کو ثبات عطا فرمائیں اور آپ کے پاس اللہ کی طرف سے حق آچکا ہے۔ یہ تمام خبریں سرتاسر حق ہیں اور اہلِ ایمان کے لئے اِس میں نصیحت و موعظت ہے اور یاد دہانی بھی۔

اگر اِس سورۂ مبارکہ کا، سورۂ یونس کے ساتھ تقابل کیا جائے تو متعدد اعتبارات سے ایک عکسی نسبت (Reciprocal Relationship) سامنے آتی ہے۔

سورۂ یونس کے ۱۱ رکوعوں میں سے صرف دو رکوعوں میں رسولوں کے حالات مذکور ہیں جبکہ سورۂ ہُود کے دس رکوعوں میں سے صرف، رکوُع انبارالرسل پر مشتمل ہیں۔ پھر سورۂ یونس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات قدرے تفصیل کے ساتھ آئے جو تقریباً ڈیڑھ رکوع پر پھیلے ہوئے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کے حالات اجمال کے ساتھ نصف رکوع میں اور بقیہ انبیاء و رسل کا ذکر اجمالاً ہوا۔ جبکہ سورۂ ہُود میں پورے دو رکوعوں میں حضرت نوح علیہ السلام کے حالات و واقعات کا بیان ہے اور پھر ایک ایک رکوع میں حضرت ہُود، حضرت صالح، حضرت ابراہیمؑ حضرت لوط اور حضرت شعیب (علیٰ نبیّنا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کا ذکر ہے اور آخیر میں صرف چند آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے حالات و واقعات میں وہ منظر بڑا درد انگیز ہے۔ بڑا (Pathetic) ہے جس میں اُن کی نگاہوں کے سامنے اُن کے بیٹے کے غرق ہوجانے کا بیان ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک عجیب نقشہ سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر اولوالعزم مِنَ الرّسل میں سے ایک نہایت اولوالعزم رسول کا ایک بیٹا اُن کی آنکھوں کے سامنے غرق ہو رہا ہے لیکن معاملہ وہی ہے جو ایک شاعر نے عربی میں کہا ہے

اَلرَّبُّ رَبٌّ وَاِنْ تَنَزَّلَ
وَالْعَبْدُ عَبْدٌ وَاِنْ تَرَقّٰی

رب، رب ہی ہے خواہ وہ کتنا نزولِ اجلال فرمالے اور بندہ، بندہ

ہی رہتا ہے خواہ وہ کتنے ہی بلند مقام پر فائز ہو جائے۔
ذرا اِس منظر کشی کو ملاحظہ کیجیے، ارشاد ہوتا ہے:

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ۔	"اور وہ کشتی انہیں لے کر چل رہی تھی۔ ایسی موجوں میں جو پہاڑوں کی مانند تھیں"
وَنَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝	اور نوحؑ نے پکارا اپنے بیٹے کو اے میرے بچے ہمارے ساتھ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ اُن کا ساتھ مت دو۔

لیکن وہ کافر بیٹا، اس کا سارا تکیہ توکل، دار و مدار وانحصار مادی اسباب وسائل پر تھا۔ اس نے جواب میں کہا۔

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۝	"یہ سامنے پہاڑ ہے، میں ابھی پہاڑ پر چڑھ جاتا ہوں۔ وہ پہاڑ مجھے اس پانی سے بچالے گا —— اور میں اِس طوفان میں غرق ہونے سے بچ جاؤں گا۔"

حضرت نوحؑ فرماتے ہیں:

قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ	آج کے دن اللہ کے حکم سے بچانے والی کوئی چیز نہیں۔ ہاں جس پر اللہ ہی رحم فرما دے۔

وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ ۚ ذرا اِس دردانگیز منظر کا تصور کیجیے۔ یہ مکالمہ ابھی ہو ہی رہا تھا کہ "بڑی موج باپ اور بیٹے کے مابین حائل ہو گئی۔"

فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۚ اور حضرت نوحؑ کا بیٹا اُن کی نگاہوں کے سامنے غرق ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر، بربنائے طبع بشری حضرتِ نوحؑ کی زبان پر فریاد آگئی جو ایک دکھی باپ کے دل کی فریاد ہے:

نَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ ۝ "پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے تھا اور تیرا وعدہ بالکل برحق ہے اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میرے اہل وعیال کو بچالے گا اور تُو تمام حکم کرنے والوں اور فیصلے کرنیوالوں میں بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

جواب سنئے!

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ ج اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا اَے نوح! وہ تیرے اہل میں سے نہیں۔

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ط اُس کے اعمال اچھے نہیں۔ بلکہ وہ تو مجسم ایک عملِ بد کی شکل اختیار کرچکا تھا۔

فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط مجھ سے ایسی چیز کا سوال مت کرو کہ جس کے لیے تمہارے پاس علم نہ ہو۔

اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ط اَے نوح! مَیں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ تم جاہلوں اور نادانوں میں سے مت بنو۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ۔ اب یہ ہے مقامِ عبدیت، اللہ کا وہ بندہ بارگاہِ خداوندی میں فوراً توبہ کر رہا ہے۔

" پروردگار! مَیں تیری ہی پناہ میں آتا ہوں، اِس سے کہ مَیں تجھ سے
کوئی ایسا سوال کروں جس کے لئے میرے پاس علم نہ ہو۔"

وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ط اور اَے رب! اگر تُو نے مجھے بخش نہ دیا، معاف نہ کردیا اور تیری رحمت نے مجھے اپنے سائے میں نہ لے لیا تو مَیں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

اللہ اکبر! یہ مقام ہوتا ہے انبیاء و رسل اور صالحین کا کہ خطا کا فوراً اعتراف، اُس پر اظہارِ ندامت، اقرار و انابت اور استغفار و توبہ۔ یہ ہے مقامِ عبدیت! ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اِن آیاتِ مبارکہ میں کتنی تسلّی و تشفی ہے

آپؐ کا دل کس قدر زخمی تھا۔ یہ دیکھ کر کہ آپؐ کے قریبی اعزہ و اقارب بھی ایمان نہیں لا رہے۔ آپؐ کے انتہائی چہیتے اور محبوب رشتہ دار کفر پر اور انکار و اعراض پر اڑے ہوئے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وجہ سے جو صدمہ تھا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا یہ واقعہ سنا دیا تاکہ اس کے ذریعے سے حضورؐ کے زخمی دل پر بھی مرہم کا ایک پھاہا رکھ دیا جاتے۔

اس کے بعد حضرت ہُود علیہ السلام اور اُن کی قوم یعنی عاد کا ذکر ہے۔ پھر ایک رکوع میں حضرت صالح علیہ السلام اور اُن کی قوم، قومِ ثمود کا ذکر ہے۔ اس کے ضمن میں ایک بڑا پیارا قول نقل ہوا ہے۔ قومِ صالح کا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوّت و رسالت سے سرفراز ہونے سے قبل اُن کی نگاہ میں حضرتِ صالح کی کتنی قدر و منزلت تھی۔

انہوں نے حضرتِ صالح سے مخاطب ہو کر کہا:

قَالُوا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ ، اے صالح! یہ تم نے کیا دعوت شروع کر دی۔ آباؤ اجداد کے دین سے بغاوت کر دی ہے۔ ہمیں تم حکم دے رہے ہو کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیں! تم سے تو ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ تم تو ہماری آنکھوں کا تارا تھے۔ تم تو ہمارے محبوب تھے۔ تمہارے اندر تو ہمیں صلاحیتیں نظر آ رہی تھیں۔ ہم سمجھتے تھے کہ تم باپ دادا کا نام روشن کرو گے! لیکن تم نے تو بالکل الٹی روش اختیار کر لی۔

یہی معاملہ تھا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپؐ قریش کی آنکھوں کا تارا تھے۔ آپ اپنی قوم کے انتہائی محبوب فرد تھے۔ آپ کو "الصّادق" اور "الامین" کے خطابات اس قوم نے عطا کئے تھے جس نے اجرائے وحی اور دعوتِ توحید کے بعد بدترین دشمنی کی روش اختیار کر لی۔ آپ سے تمسخر و استہزاء کیا۔ آپ پر تشدد اور مصائب توڑے تو یہ گویا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے انبیاء و رسل کے حالات و واقعات کی صورت میں گزشتہ ایام کا ایک آئینہ رکھا جا رہا ہے۔ آپ کو اور مومنین صادقین کو بتایا جا رہا ہے کہ دعوتِ توحید پیش کرنے اور قبول کرنے والوں کو اس ابتلا

سے دوچار ہونا عین سنتِ الٰہی ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ جب فرشتے حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی بشارت لے کر آئے اور حضرتِ سارہؑ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ کیا میں اس بڑھاپے میں بچہ جنوں گی؟ جبکہ میرے شوہر بالکل بوڑھے ہوچکے ہیں اور میں بانجھ ہوں تو کیا اس حالت میں بھی ہمارے ہاں اولاد ہوگی! تو اس بات پر فرشتوں کا جواب ملاحظہ ہو:

اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ اے رسول کے اہلبیت، اَے رسول کے گھر والو، اے رسول کی بیوی اللہ کی سلامتی اللہ کی رحمتیں ہوں تم پر۔ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تعجب ہو رہا ہے۔ کیا تم اللہ کے بارے میں اِس بات کو بڑا عجیب سمجھ رہی ہو کہ وہ تمام مادی اسباب و وسائل سے بے نیاز ہوکر جو چاہیے کر گزرے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے:

فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۔ "اس کو صرف یہ کہنا ہوتا ہے کہ ہوجا تو وہ بات ہوجاتی ہے"

پھر حضرت لوط کا ذکر آتا ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور وہ جس صورتحال سے دوچار ہوئے تھے کہ انکی قوم نے گھیر لیا تھا انکے گھر کو جب فرشتے ان کے پاس خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تھے اور یہ معلوم رہے کہ یہ قوم انتہائی گھناؤنے اور بدترین sexual Perversion یعنی امرد پرستی میں مبتلا تھی جس میں حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ جب وہ قوم خوبصورت لڑکوں کو دیکھ کر اپنی شہوت سے مغلوب ہوکر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ اسوقت انتہائی حسرت کے انداز میں حضرت لوط فرماتے ہیں۔

اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ ۔ کیا تم میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے، جو شریف ہو اور بامروّت ہو۔

جب اِس پورے مجمع میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ نکلا جو حضرت لوط علیہ السلام کی حفاظت کرتا اور انہیں بچاتا قوم کے اس اقدام سے۔ تو انہوں نے نہایت حسرت بھرے الفاظ ادا کئے:

لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ کاش کہ میرے پاس تمہارے مقابلے میں کوئی طاقت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعے کے اندر پناہ لے سکتا۔

حضرت لُوط علیہ السلام کے اِس قول کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " اللہ تعالیٰ لُوط پر رحم فرمائے۔ وہ تو پہلے بھی انہیں ایک مضبوط سہارا حاصل تھا، وہ مضبوط قلعے میں تھے اور وہ مضبوط قلعہ تھا اللہ تعالیٰ کی حفاظت۔ بہرحال حضرت لُوطؑ اور اُن کے متبعین بچا لئے گئے اور پتھروں کی زبردست بارش سے یہ قوم ہلاک کر دی گئی۔

اِس کے بعد حضرت شعیب کا ذکر آتا ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اُن کی قوم میں معاشی بے راہ روی بہت آچکی تھی۔ تولنے میں کمی بیشی۔ اِسی طریقے سے دھوکہ و فریب۔ لوٹ مار کا معاملہ۔ رہزنی، یہ اُن کے ہاں بہت زیادہ رواج پا چکی تھی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اُنہیں اِن باتوں سے روکا تو اُن کا قول ملاحظہ ہو:

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔ یہ ہے سرمایہ دارانہ ذہنیت! انہوں نے کہا کہ اَے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ کہ جن کی بندگی اور پرستش ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے اور تمہاری نماز اور تمہارا دین یہ حکم دیتا ہے اور ہمیں روکتا ہے اِس سے کہ ہم اپنے اموال کے بارے میں جو چاہیں کریں۔ ہم اپنے مالی معاملات کو جس طرح چاہیں نپٹائیں۔ یہ آزادی ہے جو آج کا سرمایہ دار بھی چاہتا ہے۔ حلال و حرام کی حدود و قیود اسے پسند نہیں ہیں۔ شریعت میں صحیح اور غلط، جائز و ناجائز کا جو فرق اور تمیز ہے وہ اس کو پسند نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ من مانی کرے۔ اُس پر کوئی روک ٹوک اور قدغن نہ ہو

اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ہم اپنے اموال میں جو چاہیں کریں۔ ہمیں اِس کی پُوری چھوٹ اور آزادی ہونی چاہیئے۔

آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ماجرا بیان ہوا ہے۔ پھر سورۃ مبارکہ کے آخیر میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایات دی گئی ہیں اور گویا آپ کی وساطت سے آپ کے جاں نثاروں کے لئے ہدایات ہیں:

پہلی ہدایت:- فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ ۔ اے نبی! آپؐ بھی اور جو بھی آپؐ کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی جناب میں رجوع کیا ہے آپؐ کی اتباع میں۔ آپؐ استقامت اور صبر و ثبات کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے رہیں۔

دوسری ہدایت: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اور نماز کا اہتمام کیجئے، نماز کو قائم کیجئے۔ دن کے دونوں اطراف میں بھی صبح و شام کے اوقات میں اور کچھ حصہ رات کا بھی اس مقصد کے لئے وقف کیجئے۔

تیسری ہدایت: وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ؕ اور صبر کیجئے، جھیلئے، برداشت کیجئے، جیسے کہ ہمارے اولوالعزم پیغمبر صبر کرتے رہے ہیں۔ حالات ہمیشہ یہی نہیں رہیں گے۔ نصرتِ خداوندی شاملِ حال ہوگی۔ فتح و نصرت اور کامرانی آپ کے قدم چومے گی۔ احسن کام کرنے والوں کا اجر اللہ ضائع نہیں کرتا۔

آخری ہدایت: وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ؕ اور اے نبیؐ! ڈنکے کی چوٹ کہہ دیجئے اُن لوگوں سے جو ایمان نہیں لا رہے ہیں کہ تم بھی کر گزرو جو کر سکتے ہو۔ ہم بھی کر رہے ہیں جو ہمارے بس میں ہے۔

وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ اب تم بھی انتظار کرو کہ حکمِ خداوندی کیا اور کب آتا ہے اور ہم بھی اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

بَارَكَ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ فِي الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ؕ وَنَفَعَنِيْ وَاِيَّاكُمْ
بِالْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ؕ